دستورِ مدینہ اور عالمی انسانی حقوق کے منشور کا امن کے حوالے سے تقابلی جائزہ

A Comparative Analysis of the Constitution of Madina and International Human Rights With Reference to Peace.

دل جان خان ☆
ڈاکٹر حسین محمد ☆☆

Abstract:

In Madina city there were different Jewish tribes living apart from Banu Aws and Banu Khazraj. After the immigration to Medina, in the very early months, Prophet Muhammad SAW formed a treaty with these tribes, which was a treaty of human rights. This agreement proved to be a great deal to maintain a peaceful environment.

After the destruction of the First and Second World War, people estimate that the solution of every problem is not war. Therefore, the United Nations has been established. On 10 December 1948, the United Nations unanimously ratified a global manifestation of human rights protection, which was internationally introduced to human rights, especially freedom, equality and justice.

In the following article, we look forward to these rights, and will examine the comparative review of agreement of Madina and the Universal Declaration of Human Rights.

☆ پی ایچ ڈی ریسرچ سکالر۔ ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں
☆☆ اسسٹنٹ پروفیسر وچیئرمین ڈیپارٹمنٹ آف اسلامک سٹڈیز اینڈ ریسرچ، یونیورسٹی آف سائنس اینڈ ٹیکنالوجی، بنوں

میثاقِ مدینہ کو دنیا کا پہلا آئینی اور دستوری دستاویز کہا ہے۔ جو کہ اس وقت ایک چھوٹے سے شہر کی معاشرتی، تمدنی اور تہذیبی ارتقائی واستحکام کی ایک کوشش تھی۔ میثاقِ کے انعقاد کے تعین کے سلسلے میں مؤرخین کے مختلف اقوال ہیں۔

میثاقِ مدینہ کا زمانۂ انعقاد

میثاق مدینہ ہجرت کے پہلے سال رونما ہوا۔ سیرت نگاروں میں ابن ہشامؒ نے رسول اکرم ﷺ کے مدینہ طیبہ میں پہلے خطبے کے بعد اس معاہدہ کی عبارت کو ذکر کیا ہے۔ جو اس بات کی دلیل ہے کہ یہ پہلے سال ہی لکھا گیا تھا[1]۔ حافظ ابن قیمؒ نے زادالمعاد میں یہود اس معاہدہ کو مواخاۃ کے فوراًبعد ذکر کیا ہے[2]۔

علامہ شبلی نعمانیؒ نے بھی اس معاہدہ کو پہلی سن ہجری کے سال کا واقعہ بتلایا ہے[3]۔

علامہ برہان الدین حلبیؒ نے اس معاہدہ کو اسعد بن زرارہؓ، جو بنی نجار کے سردار اور بیعت عقبہ میں سب سے پہلے بیعت کرنے والے تھے، کی وفات کے ساتھ ہی ذکر کیا ہے[4]۔ اور ان کی وفات ہجرت کے پہلے سال ہوئی تھی[5]۔ ابن سید الناسؒ نے عیون الاثر میں اس کو مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی اور عقد مواخاۃ سے پہلے ذکر کیا ہے جو کہ ابتدائی زمانہ پر دلالت کرتا ہے[6]۔

خلاصہ یہ کہ معاہدہ مدینہ کو اجماعی طور پر سیرت نگاروں نے پہلے سال کا واقعہ تسلیم کیا ہے۔

اس معاہدے کے مندرجات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ نے یہودی قبائل کو بھی اس میں شامل کرکے ان کے نام بھی ذکر کئے ہیں۔ البتہ تین بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ کا ذکر مستثنیٰ رہے۔ ”اس بنا پر بعض سیرت نگاروں کا خیال ہے کہ یہ معاہدہ مذکورہ تینوں قبائل کے اخراج کے بعد عمل میں آیا۔“ [7] اگر اس بات کو مان لیا جائے تو پھر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مدینہ کا یہ دستور سن ۵ھ کے بعد تحریر کیا گیا، جو کہ خلاف قیاس ہے۔

منٹگمری واٹ بھی یہی مفروضہ پیش کرتا ہے۔ "The three main Jewish groups are not mentioned in document. if that is so, the document in its present form might belong to the period after elimination of Qurayzah. The difficulty that much attention is given to Jewish affairs at a time when there were few Jews in Madina."[8]

”یہودیوں کے تین اہم قبائل اس معاہدہ میں مذکور نہیں ہیں۔ اگر ایسا ہے تو پھر اصلاً یہ معاہدہ بنو قریظہ کی اخراج کے بعد سے تعلق رکھتا ہے۔ پریشانی جو قابل توجہ ہے وہ یہ کہ یہ معاہدہ یہودیوں کے مسائل سلجھانے کے لئے اس وقت لکھا گیا جب کہ مدینہ میں چند ہی یہودی رہ گئے تھے۔“

درجہ بالا بیان کو ایک مفروضہ ہی کہا جاسکتا ہے۔ یہود کے تین قبائل کا اس معاہدے میں ذکر نہ ہونا اس

بات کو ثابت نہیں کرتا کہ وہ اس معاہدہ میں شامل نہ تھے۔ ورنہ پھر تو ان تین قبائل کے علاوہ بھی یہودی قبائل تھے جن کا ذکر اس معاہدہ میں نہیں ہے۔ ان کو بھی اس معاہدہ سے لا تعلق سمجھا جائے گا۔

جنگ بعاث کے دوران خزرج کے حلیف اشجع اور جہینہ یہودی قبائل اور اوس کا حلیف قبیلہ مزنیہ تھا[9] جن کا ذکر اس معاہدہ میں نہیں تو پھر لا محالہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ قبائل بھی اس معاہدہ میں شریک نہ تھے۔ اور رسول اللہ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّم کا بعض یہودی قبائل کو معاہدہ میں شریک کرنا اور کچھ کو چھوڑ دینا خلاف قیاس ہے۔" اگر یہ کہا جائے کہ بنو اشجع، جہنیہ اور مزنیہ کو اوس و خزرج کے حلیف ہونے کی بنا پر ذکر نہیں کیا گیا، تو پھر بنو نضیر اور بنو قریظہ جو کہ اوس کے حلیف تھے۔"[10] ان کا ذکر نہ ہونا قرین قیاس ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر برکات احمد ذکر کرتے ہیں کہ " بنو قریظہ اور بنو نضیر یہودی قبیلہ بنو الاوس کے بھی حلیف تھے۔"[11] اور بنو الاوس کا ذکر معاہدہ کے دفعہ ۴٦ میں موجود ہے۔ لہٰذا بنو قریظہ اور بنو نضیر کا ذکر نہ ہونا اور بنو قینقاع جو کہ یہودی قبیلہ تھا، کا ذکر نہ ہونا کچھ معنی نہیں رکھتا۔

ان سب شواہد کے علاوہ ایک فیصلہ کن بات جو کہ قرآن نے سورۃ الانفال میں ذکر کی ہے، اس کو مد نظر رکھتے ہوئے ہم یہ برملا کہہ سکتے ہیں کہ یہ کامعاہدہ دوسری صدی ہجری میں غزوہ بدر کے بعد ہی عمل میں لایا گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ سورۃ الانفال کے بیشتر آیات بدر کے واقعات و حالات سے متعلق ہیں۔ چنانچہ یہ ثابت ہے کہ سورۃ الانفال کا نزول واقعہ غزوہ بدر کے بعد ہوا تھا۔ اسی سورۃ کی ایک آیت میں یہودی کی عہد شکنی کی طرف اشارہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ یوں وارد ہوا ہے:" وَإِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْبِذْ إِلَيْهِمْ عَلَى سَوَاءٍ إِنَّ اللَّهَ لَا يُحِبُّ الْخَائِنِينَ۔"[12] "اور اگر تمھیں کسی قوم سے بدعہدی کا اندیشہ ہو تو تم وہ معاہدہ ان کی طرف صاف سیدھے طریقے سے پھینک دو، یاد رکھو کہ اللہ بدعہدی کرنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔"

اکثر مفسرین اس پر متفق ہیں کہ اس آیت میں یہود کی عہد شکنی کا ذکر ہے کہ انہوں نے غزوہ بدر کے موقع پر مسلمانوں کے خلاف کفارِ مکہ کی امداد کی تھی۔

چنانچہ مفتی محمد شفیعؒ تفسیر معارف القرآن میں لکھتے ہیں:" اس معاہدہ کی رو سے ان پر لازم تھا کہ یہودِ مدینہ مسلمانوں کے خلاف کسی دشمن کو مدد فراہم نہیں کریںگے، تاہم ان لوگوں نے عہد شکنی کرنے غزوہ بدر کے موقعہ پر مشرکین مکہ کو جنگی سامان کی صورت میں مدد فراہم کی۔ لیکن جب مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی تو ان پر بھی

مسلمانوں کا دبدبہ بیٹھ گیا اور یہ لوگ اپنے کئے پر نادم ہو کر خدمت اقدس میں حاضر ہو کر معافی مانگنے لگے اور آئندہ عہد شکنی نہ کرنے کے وعدے کرنے لگے۔"[13]

سیرت کی کتابوں کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہودی قبائل نے وقتاً فوقتاً اس معاہدہ کی خلاف ورزی کرکے امن وامان کو سبوتاژ کرنے کی کوشش کی تھی۔ اور اسی کی انہوں نقض عہد کے واقعات کی بنا پر انہیں مدینہ بدر ہونے پر مجبور کیا گیا تھا۔

علامہ حلبیؒ لکھتے ہے کہ: "رسول اللہ ﷺ نے بنی قینقاع، بنی نضیر اور بنی قریظہ کے یہودیوں کے ساتھ یہ معاہدہ فرمایا تھا کہ یہ لوگ نہ تو محمد ﷺ کے مقابلے پر آئیں گے اور نہ دشمنوں کو مدد دیں گے۔ ایک قول کے مطابق معاہدہ یہ تھا کہ جنگ میں یہ لوگ نہ آپ ﷺ کے طرف دار ہونگے اور نہ آپ ﷺ کے مخالف ہوں گے۔ یعنی آپ ﷺ کے دشمن کا ساتھ بھی نہ دیں گے بلکہ ایسے موقعوں پر غیر جانبدار رہا کریں گے۔"[14]

مشہور مؤرخ اور علم الانساب کے ماہر علامہ بلاذری لکھتے ہیں:

"یہودی قبائل کے ساتھ امن کا یہ معاہدہ تحریر کرنے کا زمانہ وہ ہے جس میں رسول اللہ ﷺ کی طرف سے فوجی مہمات کا سلسلہ ابھی شروع نہیں ہوا تھا۔ کیونکہ پہلی مہم حضرت حمزہؓ کی سرکردگی میں ہجرت کے پہلے سال ماہ رمضان میں روانہ کی گئی تھی۔ معرکۂ بدر سے تقریباً ایک سال پہلے۔"[15]

ان عبارات سے ثابت ہوا کہ اس معاہدے کا زمانہ جنگ بدر سے پہلے کا ہے ہجرت کا پہلا سال ہے۔

امن کے قیام میں معاہدہ میثاقِ مدینہ کا کردار

اس معاہدے کو مدینہ اور اطراف میں قیام امن میں بنیادی اہمیت حاصل ہے۔ ہجرت سے قبل مدینہ منورہ میں سیاسی وحدت کا فقدان تھا۔ اوس اور خزرج اگر ایک دوسرے کے حریف تھے تو مدینہ میں موجود یہود کے بڑے قبائل بھی اوس وخزرج کے ساتھ حلیفانہ تعلقات استوار کئے ہوئے تھے۔ اس لئے یہودی قبائل بھی ایک دوسرے کے مخالف بن گئے تھے۔ چنانچہ ان حالات میں شہر کے اندر اور باہر پُرامن ماحول ناپید تھا۔

بیعت عقبہ میں اوس اور خزرج کے سرکردہ افراد نے آپ ﷺ کو ہر قسم کی حمایت اور ہر سرخ وسفید کے خلاف ساتھ دینے کا وعدہ کیا تھا۔ یہ بات تو ثابت شدہ ہے کیونکہ مدینہ منورہ میں تمام سیاسی، مذہبی اور تمدنی معاملات میں مسلمانوں کا ماوا اور ملجا رسول اکرم ﷺ کی ذات اقدس تھی، جبکہ غیر مسلم اور خاص کر میثاقِ مدینہ

میں شامل قبائل یہود بھی رسول اکرم ﷺ کی ذات کو بطور حکم و ثالث کے قبول کر لیا تھا۔ تاریخی واقعات اس پر شاہد ہیں کہ یہود نے کئی ایک معاملات رسول اللہ ﷺ کے فیصلوں کے ذریعے حل کروائے۔

اس بناء پر میثاق مدینہ کو پر امن معاشرہ کے قیام میں مرکزی مقام حاصل ہے۔ کہ ایک طرف تو اس سے مثالی رواداری ہو تو دوسری طرف مدینہ کی جملہ آبادی کو ایک لڑی میں پرونے کی بناء یکجہتی قائم ہو گئی۔ چنانچہ ذیل میں ہم اس معاہدے کی بناء پر رونما ہونے والی تبدیلیوں کا جائزہ لیا جائے گا۔

ا۔ مذہبی رواداری کا فروغ

مدینہ منورہ میں اوس و خزرج کے علاوہ مسلمان یہود اور نصاریٰ تجارت کی غرض آمد و رفت رہتی تھی، آباد تھے۔ جن کے مختلف عقائد تھے۔ اس معاہدے کی رو سے ہر ایک کو اپنے مذہب پر عمل پیرا ہونے کی مکمل آزادی تھی۔ یہود کے مذہبی مراکز آباد تھے۔ یہاں تک کہ عیسائی جن کا تجارت کی غرض سے مدینہ کے بازاروں میں آنا جانا تھا، وہ اپنے مذہب پر عمل میں نہ صرف آزاد تھے، بلکہ اگر وہ تبلیغ بھی کرتے تو اسلام ان کی راہ میں آڑے نہ آتا تھا۔ تاریخ و سیرت کی کتابوں میں اس کی مثالیں موجود ہیں۔

مذہبی رواداری اور یہود اور اوس و خزرج کے چھوٹے بڑے جملہ قبائل کے لئے مذہب کی آزادی کے بارے میثاق مدینہ میں جو شقیں شامل کی گئی تھیں، وہ یوں تھیں۔

- ”بنی عوف کے یہودی، مسلمانوں کے ساتھ، ایک سیاسی وحدت تسلیم کئے جاتے ہیں۔
- اور بنی النجار کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔
- اور بنی الحارث کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔
- اور بنی ساعدہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔
- اور بنی حشم کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔
- اور بنی الاوس کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔
- اور بنی ثعلبہ کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔ ہاں جو ظلم یا عہد شکنی کا ارتکاب کرے تو خود اس کی ذات یا گھرانے کے سوا کوئی مصیبت میں نہیں پڑے گا۔ (اس میں واضح طور کہا گیا ہے، کہ عہد شکنی سے اجتناب کیا جائے گا۔ بصورت دیگر مصیبت خود پر لازم آئے گی۔)
- اور جفنہ جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے، اسے بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔

- اور بنی الشطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے یہودیوں کو۔
- اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔
- اور یہودیوں کے قبائل کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو۔
- پناہ گزیں سے وہی برتاؤ ہوگا جو اصل (پناہ دہندہ) کے ساتھ۔ نہ اس کو ضرر پہنچایا جائے اور نہ خود وہ عہد شکنی کرے گا۔(یعنی معاہدہ سے متعلق فریقین کسی کو بھی آزادنہ پناہ دے سکتا ہے۔ الّا قریش کو)۔
- اور قبیلہ الاوس کے یہودیوں کو، موالی ہوں کہ اصل، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستوروالوں کو اور وہ بھی اس دستور والوں کے ساتھ خالص وفاشعاری کا برتاؤ کریں گے۔ اور وفاشعاری ہوگی نہ عہد شکنی۔ جو جیسا کرے گا ویسا بھرے گا۔ اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ مدافعت اور زیادہ سے زیادہ وفاشعاری کے ساتھ تعمیل کرے"[16]

ان شقات کے تحت تمام یہودی قبائل کو ذکر کیا گیا اور اس کے ساتھ اوس وخزرج اور اہل مدینہ کے دیگر جملہ قبائل بھی شمار کئے گئے تھے۔ چنانچہ ان سب کو مذہبی آزادی حاصل تھی۔

مدینہ میں یہودیوں کی عبادت گاہیں اور مذہبی مرکز بیت المِدراس کے نام سے موجود تھا جہاں یہ لوگ بغیر کسی رکاوٹ کے حاضر ہوکے اور اپنے مذہبی رسومات سرانجام دیتے۔ صحابہ کرامؓ کبھی کبھار وہاں جاتے، بلکہ خود نبی کریم ﷺ کا ان کے دینی مرکز میں جانا بھی روایات سے ثابت ہے۔

قرآن سے بھی اہل کتاب کے معابد ودینی مراکز کی موجودگی کا ثبوت ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ میں ان کی طرف اس طرح اشارہ کیا گیا ہے:

"وَلَوْلا دَفْعُ اللَّهِ النَّاسَ بَعْضَہُمْ بِبَعْضٍ لَہُدِّمَتْ صَوامِعُ وَبِيَعٌ وَصَلَواتٌ وَمَساجِدُ يُذْكَرُ فِيہَا اسْمُ اللَّهِ كَثِيراً "[17] "اور اگر اللہ لوگوں کے ایک گروہ (کے شر) کو دوسرے کے ذریعے دفع نہ کرتا رہتا تو خانقاہیں اور کلیسا اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اللہ کا کثرت سے ذکر کیا جاتا ہے، سب مسمار کر دی جاتیں۔"

مفتی محمد شفیع معارف القرآن میں اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:

"صوامع، صومعہ کی جمع ہے جو عیسائیوں کے تارک الدنیا راہبوں کی مخصوص عبادت گاہ کو کہا جاتا ہے، اور بِیَعُ بِیعۃ کی جمع ہے نصاریٰ کنیسہ کا نام ہے اور صَلَوٰت صَلُوت کی جمع ہے جو یہود کے عبادت خانہ کا نام ہے۔"[18]

معلوم ہوا کہ یہود ونصاریٰ کے عبادت خانے موجود تھے جن میں ان کا آزادانہ طور پر آنا جانا رہتا تھا۔

سیرت ابن ہشام میں رسول اللہ ﷺ کا ان کی عبادتگاہ میں جانے کا واقعہ یوں بیان ہوا ہے کہ

"رسول اللہ ﷺ بیت المدِراس میں یہود کی ایک جماعت کے پاس تشریف لے گئے اور انہیں اللہ کی طرف بلایا تو نعمان بن عمرو اور حارث بن زید نے آپ ﷺ سے پوچھا اے محمد! تم کس دین پر ہو؟ تو آپ ﷺ نے فرمایا عَلَى مِلَّةِ إِبْرَاهِيمَ وَدِينِهِ۔ ملت ابراہیم اور دین ابراہیم پر ہوں۔ ان دونوں نے کہا کہ ابراہیم تو یہودی تھے۔ تو آپ نے ان سے فرمایا فَهَلُمَّ إِلَى التَّوْرَاةِ، فَهِيَ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ۔ اچھا تورات میرے سامنے لاؤ وہ ہمارے اور تمھارے درمیان فیصلہ کرے گی۔ تو انہوں نے اس اس انکار کیا۔"[19]

اسی طرح کا ایک واقعہ محمد ابن سعدؒ نے طبقات الکبریٰ میں بھی نقل کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اکرم ﷺ مدرسہ بیت المدِراس میں آئے اور فرمایا کہ تم میں سب سے بڑا عالم کون ہے۔ انہوں نے عبد اللہ بن صوریا کو آگے کیا۔ رسول اکرم ﷺ اسے تنہائی میں ملے۔ آپ ﷺ نے اس کو ان انعامات کی جو اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر کئے، اور من وسلویٰ کی اور ابر کی جس کے ذریعے ان پر سایا کیا گیا تھا، کی قسم دی کہ کیا تو جانتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے اقرار کیا اور کہا کہ ساری قوم جانتی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ کون سا امر مانع ہے۔ اس نے کہا کہ میں قوم کی مخالفت پسند نہیں کرتا۔ جب یہ لوگ اسلام لائیں گے تو میں بھی اسلام لاؤں گا۔"[20]

ایک دوسرا واقعہ حضرت ابو بکر صدیقؓ کا ہے کہ آپؓ ان کے عبادت خانے میں گئے۔ " ابو بکر صدیقؓ یہود کے عبادت خانے میں گئے۔ آپؓ نے فنُحاص نامی ایک یہودی ماہر وعالم کو ایک مجمع میں دیکھا۔ آپؓ نے اس کو کہا کہ اللہ سے ڈرو اور جس نبی کا ذکر تم لوگ توریت میں پاتے ہو اس پر ایمان لے آؤ۔ تو اس نے جواب میں کہا کہ اے ابو بکر ہمیں اللہ کی کوئی اختیاج نہیں وہ ہمارا محتاج ہے اور اسطرح کی اور باتیں بھی کی۔ جس پر ابو بکرؓ نے طیش میں آکر اس کے منہ پر ایک طمانچہ مارا۔ اور کہا کہ اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اگر تم میں اور ہم میں عہد وپیمان نہ ہوتا تو اے اللہ کے دشمن تیرا سر اُڑا دیتا۔ وہ شکایت لے کر نبی کریم ﷺ کے پاس آئے۔ آپ نے ابو بکرؓ سے پوچھا۔ مَا حَمَلَكَ عَلَى مَا صَنَعتَ۔ جو تم نے کیا اس کا کیا باعث تھا۔ ابو بکرؓ نے عرض کیا اے اللہ کے رسول ﷺ اس دشمن خدا نے ایک بڑی نازیبا بات کہی۔ اور پورا واقعہ سنا دیا۔ فنُحاص یہ سنتے ہی مکر گیا اور کہا میں نے ایسا نہیں کہا۔ تو اللہ نے فنُحاص کے قول کے متعلق اور ابو بکر کی تصدیق میں یہ

آیت نازل فرمائی۔"لَقَدْ سَمِعَ اللَّهُ قَوْلَ الَّذِينَ قالُوا إِنَّ اللَّهَ فَقِيرٌ وَنَحْنُ أَغْنِياءُ سَنَكْتُبُ مَا قالُوا وَقَتْلَهُمُ الْأَنْبِياءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَنَقُولُ ذُوقُوا عَذابَ الْحَرِيقِ "[21]

"بے شک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ فقیر ہے اور ہم مال دار، اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق، اور کہیں گے کہ چکھو عذاب جلتی آگ کا۔"

ابو بکرؓ کو جو اس معاملے میں غصہ آیا تھا اس کے متعلق یہ آیت نازل ہوئی۔

"وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتابَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمن الَّذِينَ أَشْرَكُوا أَذىً كَثِيراً. وَإِنْ تَصْبِرُوا وَتَتَّقُوا فَإِنَّ ذلِكَ مِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ "[22] "اور البتہ سنو گے تم اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بد گوئی بہت اور اگر تم صبر کرو اور پرہیز گاری کرو، یہ ہمت کے کام ہیں۔"[23]

اس واقعے سے یہ واضح ہوتا ہے کہ اہل کتاب کی عبادت گاہیں محفوظ تھیں تو دوسری طرف یہ سبق بھی ملتاہے کہ مسلمانوں کو ان کے رویوں پر ہمیشہ رواداری اور صبر کی تلقین کی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ جو معاہدات تحریر فرماتے وہ چھوٹے یا بڑے قبیلوں پر یکساں لاگو ہوتے۔ اور سب کو یکساں طور پر فائدہ پہنچتا۔ بنو نضیر کے اخراج کے واقعہ میں مذہبی آزادی کا مظاہرہ دیکھا جا سکتا ہے۔ کہ جب وہ انصار کے کچھ نوجوانوں کو یہودی بنا کر اپنے ساتھ لے جانے لگے انصار نے ان کو روک لیا کہ ہم ان کو نہ جانے دیں گے۔ اس پر قرآن مجید کی یہ آیت اُتری۔ لا إِكْراهَ فِي الدِّينِ۔ یعنی مذہب میں زبردستی نہیں ہے۔"[24]

حدیث کی کتابوں میں بھی یہ واقعہ موجود ہے۔ سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد باب فی الاسیر یکرہ علی الاسلام کے عنوان کے تحت اس واقعہ کو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ کی روایت سے نقل ہے۔

۲۔ یہودی مذہبی شعائر کی آزادی اسلام سے قبل یہودی جس آزادی کے ساتھ بلا خوف وخطر مذہبی افعال انجام دیتے تھے۔ میثاق مدینہ کی رو سے اب بھی اہل یہود کو وہی مذہبی آزادی حاصل تھی۔ وہ اپنے مذہبی شعائر کی ادائیگی میں مکمل طور پر آزاد تھے۔ جن کی مثالیں ذیل میں پیش کی جاتی ہیں۔

ا۔ صوم یوم عاشورہ دیگر شرائع کی طرح شریعت موسوی میں بھی روزہ فرض تھا۔ مختلف اوقات و میں روزے کا اہتمام کیا جاتا تھا۔ خوف وخطر یا آفت و مصیبت کے ایام میں روزہ رکھا جاتا تھا۔ یہودی مذہب میں دیگر ایام کے علاوہ عاشورہ کا روزہ رکھا جاتا تھا، جس میں بنی اسرائیل کو فرعون سے نجات ملی تھی۔ ابن عباسؓ سے صوم یوم عاشوراء کے بارے میں ایک حدیث مروی ہے۔

"حضرت ابن عباس رضی اللہ عنھما سے روایت ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لائے تو یہود کو عاشورہ کے دن روزہ رکھتے ہوئے پایا، رسول اللہ ﷺ نے ان سے فرمایا یہ کون سا دن ہے کہ جس میں تم روزہ رکھتے ہو؟ انہوں نے کہا وہ بڑا دن ہے، جس میں اللہ تعالیٰ نے موسی علیہ السلام اور ان کی قوم کو نجات دی اور فرعون اور اس کی قوم کو غرق کیا، اس پر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کا روزہ رکھا تو ہم بھی روزہ رکھتے ہیں، اس پر آپ ﷺ نے فرمایا ہم تم سے زیادہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس شکر میں شریک ہونے کے مستحق میں ہوں، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے روزہ رکھا اور اس دن روزہ رکھنے کی تلقین بھی کی۔"[25]

اس سے معلوم ہوا کہ یہودی قبائل زمانہ قدیم سے اس دن کا روزہ بطور فرض رکھتے تھے۔ اور بعد میں بھی وہ اس کا اہتمام کرتے، بلکہ مسلمان بھی اس دن کے اہمیت کے سبب اس کے روزے کا اہتمام کرنے لگے تھے۔

۲۔ بیت المقدس کی طرف نماز کی ادائیگی اور آذان

یہودی نہ صرف اپنے معبد خانوں بیت المقدس کے رُخ کھلم کھلا نماز ادا کرتے بلکہ اس کی طرف لوگوں کو متوجہ کرنے کے لئے وہ بگل بھی بجاتے تھے۔

Haggai Mazuz جو کہ ایک یہودی مصنف ہے، وہ لکھتے ہیں:

"یہودِی دن میں تین مرتبہ نماز پڑھتے تھے۔ اور عیسائی سات جبکہ مسلمانوں نے درمیانی راستہ اختیار کرتے ہوئے پانچ نمازوں کو اختیار کیا۔"[26]

۳۔ سبت کے دن کا احترام

یہودی مذہب میں سبت کے دن کو خاص اہمیت حاصل ہے۔ اس دن کو یہ لوگ عبادات بجالانے کی کوشش کرتے ہیں ۔ سیرت کے واقعات سے اس کا ثبوت ملتا ہے۔ غزوہ اُحد بھی ہفتے کے دن وقوع پذیر ہوا ۔ میثاق مدینہ کی وجہ سے یہودیوں پر مسلمانوں کی حمایت میں لڑنا لازم تھا، تاہم انہوں نے نہ لڑنے کا یہ بہانہ بنایا کہ آج یوم السبت ہے۔ اور ہم سبت کے دن کی بے حرمتی نہیں کرسکتے۔ صرف مخیریق نامی یہودی عالم تھا جو صاحب ثروت تھا وہ اُٹھا اور ہتھیار لے کر میدان اُحد میں قریش مکہ کے خلاف دلیری کے ساتھ لڑتے ہوئے جان قربان کردی۔ اس کا قصہ سیرت کی کتابوں میں تفصیل کے ساتھ ذکر ہوا ہے۔

سیرت ابن ہشام نے مخیریق یہودی کا واقعہ تفصیل سے بیان کیا ہے۔ یہ یہود کے علماء میں سے ایک مالدار شخص تھے۔ کھجوروں کے کئی باغات کے مالک تھے۔ رسول اللہ ﷺ کو ان صفات کی وجہ سے پہچانتے تھے

جو اس نے اپنی کتابوں میں پڑھی تھی۔ لیکن اپنے دین قائم رہے۔ اُحد کے دن اس نے اپنی قوم سے کہا اے قومِ یہود! اللہ کی قسم تم جانتے ہو کہ محمد ﷺ کی مدد تم پر لازم ہے۔ قوم نے کہا کہ آج کا یوم تو یومِ سبت ہے، اس نے کہا کہ تمہارے لئے کوئی سبت نہیں۔ پھر اپنا اسلحہ لیا اور نکلا، یہاں تک کہ میدان اُحد میں آیا۔ اپنی قوم سے یہ وعدہ لیا کہ اگر آج میں قتل کیا جاؤں تو میر امال محمد ﷺ کے لئے ہے، وہ جہاں چاہیں استعمال کرے۔ جنگ حصہ لیا یہاں تک کہ قتل ہو گیا۔ رسول اللہ ﷺ کو پتہ چلا تو فرمایا: مخیریق بہترین یہودی تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کے اموال لئے جو کہ مدینہ میں آپ ﷺ کے صدقات میں سے تھے[27]۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہ لوگ سبت کا اہتمام کرتے اگرچہ ان کی جان کو خطرہ ہو اس معاہدے کی رو سے رسول اللہ ﷺ کے حلیف تھے۔ تاہم پھر بھی ان لوگوں نے ہفتے کی وجہ سے جنگ میں شرکت نہیں کی۔

خلاصہ یہ کہ ہجرت مدینہ کے بعد جب نبی کریم ﷺ نے ریاستی اقدام کے لئے جملہ قبائل بشمول یہود وانصار نے یہ معاہدہ تحریر کیا۔ اس کی رو سے مدینہ اور اس کے اطراف میں جتنے ادیان کے ماننے والے تھے ان سب کو ریاستی ڈھانچے کی تحت ایک لڑی میں پرو دیا اور سب کو کلی طور پر مذہبی آزادی دی گئی۔ ان کے مذہبی عبادات، تہواروں، رسم ورواج کی ادائیگی میں کسی قسم کی رکاوٹ درپیش نہ تھی۔ جو اس بات کا ثبوت ہے کہ وہ اپنے عقیدہ کے مطابق زندگی آزادانہ بسر کرتے تھے اور ان کی عبادت گاہیں محفوظ تھی۔ نیز مذہبی رواداری کے فروغ کے لئے دوسرے ادیان کی عبادت گاہوں کی حمایت ومدافعت کا پیغام بھی ہے۔

۳۔ **معاشرتی یکجہتی کا نمونہ:** مدینہ منورہ اور حجاز میں یہودی اوس وخزرج کے قبائل کی آمد سے قبل ہی آباد ہو گئے تھے۔ چنانچہ مشہور مورّخ ابن خلدون اس کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں: "قبائل انصار کی آمد کے وقت یثرب میں جو یہودی قبائل آباد تھے، ان میں بنو ثعلبہ، بنو ذرعہ، بنو قینقاع، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو بہدل، بنو عوف اور بنو قصیص شامل تھے۔"[28] السمہودی نے ذکر کیا ہے: "جس وقت اوس وخزرج مدینہ میں وارد ہوئے تو اس وقت یہود کے بیس سے زائد قبائل مدینہ میں آباد تھے جن میں بشمول بنو قصیص، بنو ناعصۃ، بنو نضیر، بنو قریظہ، بنو ھدل، بنو عمرو، بنو بہدل، بنو قینقاع، بنو ثعلبہ، بنو زعورا، بنو اسد وغیرہ شامل تھے۔"[29] یہود کو مدینہ میں بہت دولت وثروت حاصل تھی۔ ان کے تقریباً ہر قبیلہ کے پاس کئی کئی آطام☆ تھے۔

بقول السمہودی:"وكان لهم بها آطام: من ذلك أطم الزبير بن باطا القرظي، كان موضعه في موضع مسجد بني قريظة، وأطم كعب بن أسد يقال له بلحان۔"[30] "یعنی وہ کئی آطام کے مالک تھے۔ جن میں اُطم الزبیر بن باطا القرظی، جو کہ مسجد بنی قریظہ کے قریب تھا اور اطم کعب بن اَسد مشہور تھے، اس اُطم کو بلحان کے نام سے پکارا جاتا تھا۔" آگے ابن نجار کے حوالے سے لکھتے ہے۔" وقال ابن النجار: إن آطامهم كانت تسعة خمسين أطما۔"31"ابن نجار کہتے ہے کہ ان کے آطام کی تعداد اُنسٹھ کے قریب تھی۔"

یہود صاحب ثروت جبکہ اوس اور خزرج کے قبائل مالی لحاظ سے کمزور تھے۔ اور ان کا انحصار یہودی قبائل پر ہوتا تھا۔ یہ اپنی ضرورت کے وقت ان سے پیسے، غلہ یا اسلحہ بطور قرض کرتے تھے اور اس کے بدلے کئی اشیاء گروی رکھا کرتے تھے۔ اوس اور خزرج قبائل کی مفلسی کا ذکر کرتے ہوئے مورخ ابن خلدونؒ لکھتے ہیں:"ابتداء میں ان کے پاس نہ اونٹ تھے اور نہ بھیڑیں، نہ کھیت اور نہ نخلستان تھے۔ صرف چند ناکارہ قسم کے کھیت تھے جو انہوں نے بنجر زمین کو صاف کرکے تیار کر لئے تھے۔ نخلستان اور زرخیز زمینیں سب یہودیوں کے پاس تھے۔ ایک مدت تک اوس اور خزرج اس حال میں رہے اور یہودی قبائل ان پر ظلم و ستم روا رکھتے۔ یہاں تک کہ مالک بن عجلان خزرجی نے غسان کے بادشاہ ابوجبیلہ کی مدد سے ان یہودی قبائل پر رعب جمایا اور ان کے کئی رؤساؤں کو قتل کیا۔ تو یہودی ڈر گئے۔ شرارت، فتنہ پردازی اور ظلم و ستم کی روش کو چھوڑ دیا۔ اور مجبوراً اوس و خزرج کے کسی خاندان اور قبیلہ کے ساتھ دوستی قائم کرکے اُن کے حلیف بن گئے۔"[32] اگرچہ ہجرت تک انصار کے قبائل کو بھی ایک گونہ طاقت حاصل ہو گئی تھی۔ قوت کے لحاظ سے اوس و خزرج کو بھی زور اور غلبہ حاصل ہو گیا تھا۔ اور معاشی لحاظ سے بھی قبائل انصار ہجرت مدینہ کے وقت کئی آطام کے مالک بن گئے تھے۔[33] تاہم اس کے باوجود ہجرت کے وقت دینہ میں یہودیوں کو مذہبی اور مالی لحاظ سے ایک مضبوط حیثیت حاصل تھی۔

قبائل انصار اوس و خزرج مسلسل نزاعات کی وجہ سے کمزور تھے۔

ابن اثیر الجزریؒ جس کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"ان جنگوں میں جنگ سمیر، جنگ کعب بن عمرو المازنی، یوم السرارۃ، جنگ حصین بن الاسلت، جنگ ربیع ظفری، جنگ فارع، جنگ بقیع، جنگ فجار الاول، جنگ محس ومفرس، جنگ فجار الثانی اور آخری معرکہ جنگ بعاث شامل ہیں۔"[34]

اور ابن خلدون کے مطابق: "جنگ بعاث، بعثت نبوی سے کچھ عرصہ پہلے واقع ہوئی تھی۔ اس جنگ میں خزرج کے حلیف قبائل اشجع اور جہینہ تھے، جبکہ اوس کے حلیف مزنیہ، بنو قریظہ اور بنو نضیر قبائل تھے۔"[35]

ان مسلسل جنگوں اور یہود کی ریشہ دوانیوں کی بدولت مدینہ میں یہود نے بالا دستی حاصل کر کے ہر طبقہ کو جکڑ کر رکھا تھا۔ ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کا سامنا یہود کے علاوہ اس لا قانونیت کی فضا سے بھی تھا۔ چنانچہ رسول اللہ ﷺ کو جو سب سے اہم اور اولین کام درپیش تھا وہ یہ کہ مسلمانوں کو اسلام کے مطابق عملی زندگی گزارنے کے لئے ایک آزادانہ اور پر امن فضا مہیا کی جائے۔ اس مقصد کے لئے آپ ﷺ نے یہاں کے باشندوں کو بشمول قبائل یہود، ایک لڑی میں پرو دیا تھا۔ ہجرت کے بعد اولین سالوں میں ہی آپ ﷺ نے ان کے درمیان ایک معاہدہ تحریر کرایا، جس کی رو سے شہر مدینہ ایک اسلامی سلطنت کے طور پر سامنے آیا اور امن کا قیام اور تمام قبائل اور مذاہب کا آزادانہ طور پر رہنا ممکن ہوا۔

وہ شقات جن کی بنیاد پر مدینہ کے جملہ قبائل سیاسی وحدت کے طور پر مجتمع ہو گئے تھے، وہ درج ذیل ہیں۔

- تمام (دنیا کے) لوگوں کے بالمقابل ان کی (میثاق مدینہ میں شامل قبائل کی) علیحدہ سیاسی وحدت (امت) ہو گی۔
- یہودی اس وقت تک مومنین کے ساتھ اخراجات برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ مل کر جنگ کرتے رہیں۔
- اور جو کوئی اس دستور والوں سے جنگ کرے تو ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم امداد عمل میں آئے گی۔ اور ان میں باہم حسن مشورہ اور بہی خواہی ہو گی اور وفا شعاری ہو گی نہ کہ عہد شکنی۔
- اور ان (یہودیوں اور مسلمانوں) میں باہم مدد دہی ہو گی اگر کوئی یثرب پر ٹوٹ پڑے۔[36]

رسول اکرم ﷺ چاہتے تو مذہبی بنیاد پر انصار اور مہاجرین پر مشتمل ایک سیاسی اتحاد بنا لیتے، لیکن اس صورت میں صرف مسلمان ہی اس اتحاد کا حصہ ہوتے، یہودیوں کو اس میں شامل نہ کیا جاتا۔ لیکن آپ ﷺ نے اس قسم کا گروہ بنانے کا فیصلہ نہ کیا بلکہ آپ ﷺ نے ایک ایسا پر امن گروہ وجود میں لانے کا فیصلہ کیا جس کے بارے میں یہ یقین ہو کہ وہ باہم جنگ نہ کریں گے۔ اور اپنے باہم اختلافات کو پر امن طریقے سے حل کرنے کی کوششیں کیا کریں گے۔[37]

ستور مدینہ اور عالمی انسانی حقوق کا منشور☆

☆ انسانی حقوق کا آفاقی منشور کیا ہے، یونیورسل ڈیکلریشن Universal Declaration of Human Rights اقوام متحدہ کی تصدیق شدہ دستاویزات اور قرارداد ہے جو پیرس میں 10 دسمبر 1948 کو بذریعہ قرارداد نمبر 217A منظور کی گئی۔ دسمبر 1950 کو جنرل اسمبلی

عالمی انسانی حقوق کا بین الاقوامی منشور ۱۰ دسمبر ۱۹۴۸ کو عمل میں لایا گیا۔ اقوام متحدہ نے قرارداد نمبر 217A کے تحت اس کو منظور کرا کر پوری دنیا میں اس کو لاگو کرنے کی تلقین کی تھی۔ یہ تیس دفعات پر مشتمل ایک مختصر منشور ہے، جس میں عالمی طور پر انسانوں کے حقوق کی ضمانت دینے کی کوشش کی گئی ہے۔ ویسے تو اس میں ہر فرد کے حقوق سے متعلق بڑی تفصیلی اور جزئیاتی طور پر روشنی ڈالی گئی ہے، تاہم بغور دیکھا جائے تو اس میں تین بنیادی حقوق پر زور دیا گیا ہے۔

ا۔ فرد کی آزادی اور اس کی حفاظت

فرد کی آزادی اور حفاظت کی ضمانت کو عالمی منشور کے درج ذیل دفعات میں بیان کیا گیا ہے۔

دفعہ ا۔ تمام انسان آزاد اور حقوق و عزت کے اعتبار سے برابر پیدا ہوئے ہیں۔

دفعہ ۲۔ آزادی کے اس حق پر نسل، رنگ، جنس، زبان، مذہب اور سیاسی تفریق کا یا کسی قسم کے عقیدہ، قوم، معاشرے، دولت یا خاندانی حیثیت وغیرہ کا کوئی اثر نہ پڑے گا۔

دفعہ ۹۔ کسی شخص کو محض حاکم کی مرضی پر گرفتار، نظر بند یا جلاوطن نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۲۔ کسی شخص کی نجی زندگی، خانگی زندگی، گھر بار، خط و کتابت میں من مانے طریقے پر مداخلت نہ کی جائیگی اور نہ ہی اس کی عزت اور نیک نامی پر حملے کئے جائیں گے۔ ہر شخص کا حق ہے قانون اسے حملے یا مداخلت سے محفوظ رکھے۔

دفعہ ۱۸۔ ہر انسان کو آزادئ فکر، آزادئ ضمیر اور آزادئ مذہب کا پورا حق ہے۔

۲۔ باہمی مساوات: بین الاقوامی انسانی حقوق کے منشور میں باہمی مساوات پر بھی زور دیا گیا ہے۔ جس کی رو سے تمام انسان حقوق کے لحاظ سے برابر ہیں۔ جن دفعات میں انسانی مساوات ہے، وہ درج ذیل ہیں۔

دفعہ ۱۵۔ ہر شخص کو قومیت کا حق ہے۔ کوئی شخص حاکم کی مرضی پر اپنی قومیت سے محروم نہیں کیا جائے گا۔

دفعہ ۱۶۔ بالغ مردوں اور عورتوں کو بغیر کسی پابندی کے شادی بیاہ کرنے اور گھر بسانے کا حق ہے۔ مردوں اور عورتوں کو نکاح، ازدواجی زندگی اور نکاح کو فسخ کرنے کے معاملہ میں برابر کے حقوق حاصل ہیں۔

دفعہ ۱۷۔ ہر انسان کو تنہا یا دوسروں سے مل کر جائیداد رکھنے کا حق ہے۔

کے 317ویں اجلاس میں قرار داد نمبر 423V پیش کی گئی، جس کے تحت تمام رکن ممالک کو ہر سال دس دسمبر کو انسانی حقوق کا دن منانے کی دعوت دی گئی تھی۔ اس کو دنیا کی 508 زبانوں اور لہجوں میں تراجم کے ساتھ پڑھی جانے والی دستاویزات کا اعزاز بھی حاصل ہے۔

دفعہ ۲۱۔ ہر شخص کو اپنے ملک میں سرکاری ملازمت حاصل کرنے کا برابر کا حق ہے۔

دفعہ ۲۲۔ ہر شخص کو کسی تفریق کے بغیر مساوی کام کے لئے مساوی معاوضے کا حق ہے۔

۳۔عدل وانصاف دفعہ ۵۔ کسی شخص کو جسمانی اذیت یا ظالمانہ، انسانیت سوز یا ذلیل یا سزا نہیں دی جائے گی۔

دفعہ ۶۔ ہر شخص کا حق ہے کہ ہر مقام پر قانون اس کی شخصیت کو تسلیم کرے۔

دفعہ ۷۔ قانون میں سب برابر ہیں اور سب بغیر کسی تفریق کے امان پانے کے برابر کے حق دار ہیں۔

دفعہ ۱۰۔ ہر ایک شخص کو حق حاصل ہے کہ اس کے حقوق و فرائض کا تعین یا اس کے خلاف کسی عائد کردہ جرم کے بارے میں مقدمہ کی سماعت آزاد اور غیر جانب دار عدالت کے کھلے اجلاس میں منصفانہ طریقے پر ہو۔[38]

اگر ہم ان مندرجات کو مطالعہ کریں تو انہی باتوں کو بہت تاکید کے ساتھ بیان کیا ہے۔ گویا آج سے سینکڑوں سال قبل انسانی حقوق سے متعلق، اسلام نے موجودہ دور سے ایک بہتر فریم ورک تشکیل دیا تھا۔ اور صرف مفروضوں اور نظریات تک اس کو محدود نہیں رکھا، بلکہ عملی طور پر اس کی لاتعداد مثالیں اسلامی تاریخ فراہم کرتی ہے کہ ان حقوق کی ادائیگی کے لئے پوری اسلامی تاریخ میں بڑی شد و مد کے ساتھ پابندی کی گئی۔

حوالہ جات

1 ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویہ مترجم، یسین علی حسنی نظامی، جلد ۲، ص:۶۱۱، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۱۹۹۴ء

2 ابن قیم، ابی عبد اللہ محمد، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، جلد ۱، ص:۱۴۷، نفیس اکیڈیمی، کراچی، ۱۹۹۰ء

3 علامہ شبلی نعمانی، سیرت النبی صلی اللہ علیہ وسلم، جلد ۱، ص:۱۷۵، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور

4 حلبی، علی ابن برہان الدین، سیرۃ الحلبیہ اُردو، مترجم محمد اسلم قاسمی، جلد ۳، ص:۲۶۳، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء

5 ابن حجر، حافظ عسقلانی، الاصابہ فی تمیز الصحابہ اُردو، مترجم محمد عامر شہزاد علوی، جلد ۱، ص:۱۰۳، مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار، لاہور

6 ابن سید الناس، محمد ابن محمد، عیون الاثر، جلد ۱، ص:۳۱۸، مکتبہ دار التراث، مدینہ منورہ

7 برکات احمد، رسول اکرم ﷺ اور یہود حجاز اُردو، مترجم مشیر الحق، ص:۴۳، مکتبہ جامعہ لمیٹڈ، نئی دہلی، ۱۹۸۵ء

8 W. Montgomery Watt, Muhammad at Madina, p: 227, Oxford at the Clarendon Press,1956

9 ابن خلدون، عبد الرحمن، تاریخ ابن خلدون اُردو، مترجم عبد الرحمن دہلوی، جلد ۲، ص:۳۰۸، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء

10 ایضاً

11 رسول اللہ ﷺ اور یہود حجاز، مذکور، ص:۴۳

12 سورۃ الانفال ۸ : ۵۸

13 مفتی، محمد شفیع، معارف القرآن، جلد ۴، ص:۲۶۷، ۲۶۸، مکتبہ معارف القرآن، کراچی، ۲۰۰۸ء

14 سیرۃ الحلبیہ، مذکور، جلد ۴، ص:۱۰۹

15 بلاذری، احمد بن یحیٰ، انساب الاشراف للبلاذری، جلد ۱، ص:۲۸۶ و ۳۷۰، دار الفکر، بیروت، ۱۹۹۶ء

16 السیرۃ النبویہ مترجم، مذکور، جلد ۲، ص:۱۱۶

17 سورۃ الحج ۲۲ : ۴۰

18 معارف القرآن، مذکور، جلد ۵، ص:۲۷۰

19 سیرۃ النبویۃ، مذکور، جلد ۲، ص:۱۸۶

20 محمد ابن سعد، طبقات الکبریٰ، جلد ۱، ص:۲۷۱، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۳ء

21 سورۃ اٰل عمران ۳ : ۱۸۱

22 سورۃ اٰل عمران ۳ : ۱۸۳

23 سیرۃ النبویۃ، مذکور، جلد ۲، ص:۱۹۵

24 شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، جلد ۱، ص:۲۴۰، اسلامی کتب خانہ، اردو بازار، لاہور

25 القشیری، مسلم بن حجاج (م۔۲۶۱ھ)، جامع الصحیح المسلم، باب الصیام، جلد ۲، ص:۶۱، ادارہ اسلامیات، کراچی، ۲۰۰۷ء

26 Mazuz, Haggai, The Religious and Spiritual Life of the Jews of Medina, P. 35, Brill Reference Library of Judaism, Leiden, Boston, 2014

27 السیرۃ النبویہ، مذکور، ج1، ص518

28 ابن خلدون، عبد الرحمٰن۔ تاریخ ابن خلدون اُردو، جلد ۲، ص:۳۰۵، دار الاشاعت، کراچی، ۲۰۰۹ء

29 السمہودی، نور الدین علی بن احمد، وفاء الوا باخبار دار المصطفیٰ، جلد ۱، ص:۱۶۳، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان

30 ایضاً، جلد ۱، ص:۱۶۳

31 ایضاً، جلد ۱، ص:۱۶۵

32 تاریخ ابن خلدون، مذکور، جلد ۲، ص:۳۰۵

33 وفاء الوفا باخبار دار المصطفیٰ، مذکور، جلد ۱، ص:۱۶۵

34 الجزری، ابن الاثیر، الکامل فی التاریخ، جلد ۱، ص:۵۲۹، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، لبنان، ۱۹۸۷ء

35 تاریخ ابن خلدون، مذکور، جلد ۲، ص:۳۰۸

36 ابن ہشام، عبد الملک، السیرۃ النبویۃ لابن ہشام، جلد ۱، ص:۵۰۱ ومابعد، مکتبۃ البابی الحلبی، مصر، ۱۹۵۵ء

37 رسول اکرمؐ اور یہود حجاز، مذکور، ص:۷۰

38 Universal Declaration of Human Rights (Urdu), Office of Public Information, UNO, 1965